

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَبِسُنَّةِ أَخْلَافِهَا الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ

کلمہ گام  
چرخِ حرم

شمارہ  
23

رہگان ۱۳۳۱ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۰ء

# السنة



علاء المصطفیٰ طہیرؐ

- نبی اُمّی
- نماز تسبیح کا ثبوت
- عورت کی امامت
- صحیح حدیث اور اہلحدیث
- عورت سے غیر فطری مباشرت

دراہم مقصود و تحقیق، جہلم، پاکستان



## صحیح حدیث اور اہلحدیث

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

صحیح حدیث دین ہے، صحیح حدیث کو اپنا نا اہل حدیث کا شعار ہے، جیسا کہ:

① امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واعلم — رحمک اللہ — أنَّ

صناعة الحديث ، ومعرفة أسبابه من الصحيح والسقيم ، إنما هي لأهل الحديث خاصة ، لأنهم الحفاظ لروايات الناس ، العارفين بها دون غيرهم ، إذ الأصل الذي يعتمدون لأديانهم السنن والآثار المنقولة ، من عصر إلى عصر ، من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى عصرنا هذا .

”اللہ آپ پر رحم کرے! جان لیں کہ فن حدیث اور اس کی صحت و سقم کے اسباب کی معرفت صرف اہل حدیث کا خاصہ ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی روایات کو یاد رکھنے والے اور وہی ان کو جاننے والے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے مذاہب کی دلیل وہ سنن و آثار ہیں جو زمانہ بہ زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے دور تک نقل ہوتے آئے ہیں۔“ (کتاب التمييز لامام مسلم: ص ۲۱۸)

② امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وأنا مبين علله ، إن وفق

اللہ لذلك ، حتى لا يغتر بعض طلاب الحديث به ، فيلبس الصحيح بغير الثابت من الأخبار ، قد أعلمت ما لا أحصى من مرة أنني لا أستحل أن أموه على طلاب العلم بالاحتجاج بالخبر الواهية ، وإنني خائف من خالقي جلّ وعلا ، إذا موّهت على طلاب العلم بالاحتجاج بالأخبار الواهية ، وإن كانت حجة لمذهبي .

”اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس کی علتیں واضح کروں گا تاکہ بعض طالبان حدیث اس سے دھوکہ نہ کھا جائیں اور صحیح حدیث غیر ثابت حدیث کے ساتھ گڈ مڈ نہ ہو جائے۔ میں نے

بہت دفعہ خبردار کیا ہے کہ میں ضعیف احادیث کے ساتھ طالبانِ حدیث پر حجت پکڑ کر دھوکہ دینے کو حلال نہیں سمجھتا۔ میں اپنے خالق جل و علا سے ڈرتا ہوں کہ میں طالبانِ حدیث کو ضعیف حدیث کے ساتھ حجت پکڑ کر دھوکہ دوں، اگرچہ وہ میرے مذہب کی دلیل ہی کیوں نہ ہوں!“

(کتاب التوحید لابن خزيمة: ۵۳۳/۲)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَأَنَا لَا نَسْتَحِلُّ الْاِحْتِجَاجَ بِغَيْرِ الصَّحِيحِ مِنْ سَائِرِ الْأَخْبَارِ ، وَإِنْ وَافَقَ ذَلِكَ مَذْهَبُنَا ، وَلَا نَعْتَمِدُ مِنَ الْمَذَاهِبِ إِلَّا عَلَى الْمُنْتَزَعِ مِنَ الْأَثَارِ ، وَإِنْ خَالَفَ ذَلِكَ قَوْلَ أَئِمَّتِنَا .

”کیونکہ ہم غیر صحیح احادیث کے ساتھ حجت و دلیل لینا جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ہمارے مذہب کے موافق ہو اور ہم صرف اسی مذہب پر اعتماد کرتے ہیں جو احادیث و آثار سے ثابت ہو، اگرچہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے قول کے خلاف ہی ہو۔“

(صحیح ابن حبان، تحت حدیث: ۱۱۱۲)

نیز فرماتے ہیں: ذَكَرَ رَحِمَةُ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا مِنْ بَلَّغِ أُمَّةِ الْمُصْطَفِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا صَحِيحًا عَنْهُ . ”اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان جو محمد ﷺ کی امت کو آپ کی کوئی صحیح حدیث پہنچائے۔“

(صحیح ابن حبان، تحت حدیث: ۶۷)

④ امام ابوالمظفر السمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَلَكِنْ يَحْتَجُّ بِقَوْلِ التَّابِعِيِّ عَلَى قَوْلِ النَّبِيِّ أَوْ بِحَدِيثِ مَرْسَلٍ ضَعِيفٍ عَلَى حَدِيثِ مُتَّصِلٍ قَوِيٍّ ، وَمِنْ هُنَا امْتِازُ أَهْلِ اتِّبَاعِ السُّنَّةِ عَنْ غَيْرِهِمْ ، لِأَنَّ صَاحِبَ السُّنَّةِ لَا يَأْلُو أَنْ يَتَّبِعَ مِنَ السُّنَنِ أَقْوَاهَا ، وَمِنَ الشُّهُودِ عَلَيْهَا أَعْدِلُهَا وَأَتْقَاهَا ، وَصَاحِبُ الْهَوَى كَالْغَرِيقِ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ عَوْدٍ ضَعِيفٍ أَوْ قَوِيٍّ .

”لیکن ہر بدعتی نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے خلاف کسی تابعی کا قول بطور حجت پیش کرتا

ہے یا متصل قوی سند والی حدیث کے خلاف مرسل ضعیف حدیث کو پیش کرتا ہے۔ اس بنیاد پر سنت کے متبعین غیروں سے ممتاز ہوتے ہیں، کیونکہ صاحب سنت حدیثوں میں سے سب سے قوی اور گواہوں میں سے سب سے عادل اور متقی کی بات کو ماننے میں کوتاہی نہیں کرتا، جبکہ بدعتی شخص اس ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے، جو ہر کمزور اور مضبوط تنکے کا سہارا لیتا ہے۔“ (الانتصار لاصحاب الحديث للسمعاني : ص ۵۵-۵۶)

④ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لَا يَجُوزُ أَنْ يَعْتَمِدَ فِي الشَّرِيعَةِ عَلَى الْأَحَادِيثِ الضَّعِيفَةِ الَّتِي لَيْسَتْ صَحِيحَةً وَلَا حَسَنَةً .  
”شریعت میں ان ضعیف احادیث پر اعتماد کرنا جائز نہیں، جو صحیح یا حسن نہ ہوں۔“  
(مجموع الفتاوى لابن تيمية : ۲۵۰/۱)

⑤ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فَأَمَّا الْأَثْمَةُ وَفَقْهَاءُ أَهْلِ الْحَدِيثِ ، فَإِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ حَيْثُ كَانَ ، إِذَا كَانَ مَعْمُولًا بِهِ عِنْدَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ ، أَوْ عِنْدَ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ ، فَأَمَّا مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ تَرْكُهُ ، فَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ ، لِأَنَّهُمْ مَا تَرَكُوهُ إِلَّا عَلَى عِلْمٍ أَنَّهُ لَا يَعْمَلُ بِهِ .  
”ائمہ و فقہائے اہل حدیث صحیح حدیث کا اتباع کرتے ہیں، وہ جہاں بھی ہو، جب وہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے نزدیک اتفاقی طور پر یا ان میں سے ایک طائفہ کے ہاں معمول بہ ہو۔ رہی وہ صورت کہ جب اس کے ترک پر صحابہ و تابعین کا اتفاق ہو جائے تو اس پر عمل جائز نہیں، کیونکہ صحابہ و تابعین نے اس پر عمل اسی لیے چھوڑا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔“ (فضل علم السلف على الخلف لابن رجب : ص ۵۷)

مسلم الہدایت کی بنیاد قرآن، صحیح احادیث، اجماع امت اور فہم سلف پر ہے۔ مسلک اہل حدیث کا ایک بھی مسئلہ ایسا نہیں، جس کی بنیاد کسی ”ضعیف“ حدیث پر ہو۔ مدعی پر دلیل لازم ہے! یاد رہے کہ کسی شخص کا انفرادی اجتہاد مسلک اہل حدیث نہیں ہے۔

## نبی اُمی

حافظ ابویحییٰ نورپوری

اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری دم تک اُمی (اَن پڑھ) رہے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ وصف جمیل پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں بھی مذکور تھا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا تاکہ اہل باطل کو بات کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (م ۴۵۸ھ) نے حافظ خطابی رحمہ اللہ (م ۳۸۸ھ) سے نقل کیا ہے

ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ کان رجلاً اُمیاً ، لا یخط کتاباً بیدہ ، ولا یقرؤہ ، ولد فی قوم اُمّیین ، ونشأ بین ظہرانہم فی بلد لیس بہا عالم یعرف أخبار المتقدمین ..... ”آپ ﷺ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ امی آدمی تھے، آپ ﷺ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتے تھے، نہ ہی اسے پڑھ سکتے تھے۔ آپ ﷺ امی قوم میں پیدا ہوئے، انہی کے درمیان آپ ﷺ نے ایسے علاقے میں پرورش پائی، جہاں پہلے لوگوں کی خبروں کو جاننے والا کوئی شخص موجود نہ تھا۔۔۔“

(الاعتقاد للبیہقی: ۳۴۷)

**دلیل نمبر ①:** شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) لکھتے

ہیں: فَإِنَّ مُحَمَّدًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِحَالِهِ كَانَ أُمِّيًّا .

”تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ محمد ﷺ اُمی تھے۔“

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح لابن تيمية: ۷۲/۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱-۷۷۴ھ) رسول اللہ ﷺ کی صفاتِ جلیلہ کا تذکرہ کرتے

ہوئے فرماتے ہیں: اَنَّهُ اُمِّيَّ ، لَآنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَحْسِنُ الْكِتَابَةَ .

”آپ ﷺ امی تھے، کیونکہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۷۵)

## دلیل نمبر ۲: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

”تم اللہ تعالیٰ اور اس امی نبی پر ایمان لاؤ، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور تم اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاسکو۔“

## دلیل نمبر ۳، ۴: فرمان الہی ہے:

﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَا رَتَابَ الْمُبْطُلُونَ﴾ (العنکبوت: ۴۸)

”اور (اے نبی!) آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے، نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔“  
اس آیت کریمہ کی تشریح و توضیح میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أى: قد لبثت فى قومك - يا محمد - ومن قبل أن تأتى بهذا القرآن  
عُمرا لا تقرأ كتابا ولا تحسن الكتابة، بل كل أحد من قومك وغيرهم يعرف  
أنك رجل أمي لا تقرأ ولا تكتب، وهكذا صفة في الكتب المتقدمة، كما  
قال تعالى: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ  
فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)  
، وهكذا كان صلوات الله وسلامه عليه دائما أبدا إلى يوم الدين، لا

يحسن الكتابة ولا يخط سطرًا ولا حرفًا بيده، بل كان له كتاب يكتبون بين يديه الوحى والرسائل إلى الأقاليم.

”یعنی اے محمد! آپ قرآن کے نزول سے پہلے اپنی قوم میں ایک عرصہ رہے ہیں، آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے، بلکہ آپ کی قوم اور دوسری قوموں کا ہر آدمی جانتا ہے کہ آپ اُمی آدمی ہیں، لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ گزشتہ کتب میں بھی آپ ﷺ کی یہی صفت مذکور تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (الأعراف: ۱۵۷) (وہ لوگ جو اُمی نبی کی پیروی کرتے ہیں، جسے وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ نبی ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور ان کو برائی سے منع کرتا ہے)۔ آپ ﷺ کی وفات تک یہی کیفیت رہی کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے ایک سطر اور ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کے لیے کاتبین تھے، جو آپ ﷺ کے سامنے وحی اور دوسرے علاقوں کی طرف خطوط لکھتے تھے۔۔۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۶۲/۵)

منکرین حدیث چونکہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ ان پڑھ نہیں تھے، لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لہذا وہ اس آیت کریمہ سے ایک شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ ”یہاں قرآن کریم نے کتابیں پڑھ سکے“ کی نفی اور ”اپنے ہاتھ سے لکھنے“ کی نفی صرف نزول قرآن سے پہلے زمانہ کے لیے کی ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد آپ بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔“

یہ انتہائی کمزور استدلال ہے، جیسا کہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے الفاظ ﴿إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: أی: لو كنت تحسنها لارتاب بعض الجهلة من الناس، فيقول: إنما تعلم هذا من كتب قبله مأثورة عن الأنبياء، مع أنهم قالوا ذلك



مع علمهم بأنه أمّی لا يحسن الكتابة : ﴿ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ (الفرقان : ٥)

”یعنی اے نبی! اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بعض جاہل لوگ شک میں پڑ جاتے اور کہتے کہ آپ تو پہلے انبیاء کی منقول کتب سے یہ چیزیں سیکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ امی ہیں، لکھ نہیں سکتے، یہ کہہ دیا تھا: ﴿ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ (الفرقان : ٥) (کافروں نے کہا کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے ہیں، جو اس کو صبح و شام لکھوائے جاتے ہیں)۔۔۔“ (تفسیر ابن کثیر : ٦٢/٥)

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین و کفار کے رد و جواب میں فرما رہے ہیں کہ جب یہ حقیقت آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے نبی اکرم ﷺ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے تو قرآن کے نازل ہونے کے بعد آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ”قرآن پہلوں کی جھوٹی باتیں ہیں۔ وہ خود لکھ لیتا ہے۔ صبح و شام اس کو لکھوائی جاتی ہیں۔“ کہاں تک صحیح ہے؟ جب نزول قرآن سے پہلے آپ ﷺ امی (ان پڑھ) تھے تو نزول کے بعد قرآن خود کیسے لکھ لیتے ہیں؟ اور پہلی کتابوں کا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں؟ چونکہ یہ دلیل مخالف کفار کو بھی تسلیم تھی۔ اس لیے اس کو ذکر کر دیا۔ جو دلیل مخالف کو بھی تسلیم ہو، وہ زیادہ مؤثر اور مقبول ہوتی ہے۔ افہام و تفہیم کی بہتر صورت یہی تھی، اس لیے اس کو اختیار کیا گیا۔

یہ نہیں فرمایا کہ آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے ہیں، کیونکہ اس کے برعکس مخالف یہ کہتے سکتے تھے کہ آپ قرآن خود لکھ لیتے ہیں، اس سے تصادم بڑھ جاتا، مسلم دلیل پیش کی گئی۔

منکرین حدیث کفار کی تقلید میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ نزول قرآن کے بعد نبی اکرم ﷺ پڑھ لکھ لیتے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس رسول پر ایسی کتاب اترے، جس میں تقریباً ایک لاکھ تک کی گنتی ہو، تقسیم میراث کا حساب و کتاب ہو، زکوٰۃ و مال غنیمت کی تقسیم کا قانون ہو، کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ تو پڑھ سکے، نہ لکھ سکے؟



مسلمان کہتے ہیں کہ یہی تو معجزہ ہے، جس کے انکار کے لیے تم ظن و تخمین پیش کرتے ہو۔ یہ نبی اکرم ﷺ پر افترا و بہتان ہے اور قرآن و حدیث اور اجماع امت کی تکذیب ہے۔ اہل علم و عقل کی مخالفت ہے۔

**دلیل نمبر ⑤ :** سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، صلح حدیبیہ کا قصہ

یوں بیان کرتے ہیں: فلما كتبوا الكتاب، كتبوا: هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: لا نقر بها، فلو نعم أنك رسول الله ما منعناك، لكن أنت محمد بن عبد الله، قال: أنا رسول الله، وأنا محمد بن عبد الله، ثم قال لعلی: امح رسول الله، قال: لا، والله! لا أمحوك أبدا، فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب، فكتب: هذا ما قاضى عليه محمد بن عبد الله....

”جب مسلمانوں اور مشرکین نے معاہدہ لکھا تو صحابہ کرام نے لکھ دیا، یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اس پر مشرکین نے کہا، ہم اسے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کو مکہ سے نہ روکتے، آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور عبد اللہ کا بیٹا بھی ہوں، پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، انہوں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں آپ کا نام نامی نہیں مٹا سکتا! آپ ﷺ نے اس تحریر کو پکڑا اور لکھ دیا، یہ وہ معاہدہ ہے، جو محمد بن عبد اللہ نے کیا ہے۔“

(صحیح البخاری: ۶۱۰/۲، ح: ۴۲۵۱)

(۱) یہ مجاز مرسل ہے۔ کام کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے، جس سے کام صادر نہ ہوا۔ یہاں لکھنے کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کر دی گئی ہے۔ یہ اسی قبیل سے ہے، جیسے بنی امیر المدینة۔ یعنی امیر نے شہر کی تعمیر کی، جبکہ اس نے خود تعمیر نہیں کی ہوتی، بلکہ

اس کے حکم سے تعمیر ہوتی ہے، لیکن اس کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔

صلح حدیبیہ کے قصہ کے متعلق یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

واللہ! اِنِّی رسول اللہ، وإن کذبتُمونی، اکتب: محمد بن عبد اللہ.

”اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، اگرچہ تم نے مجھے جھٹلادیا ہے۔ محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔“

(مسند الامام احمد: ۴/۳۳۰، صحیح البخاری: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

یہ دونوں حدیثیں نص قطعی ہیں کہ فکتب کا معنی مجازی ہے۔ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم

دیا تھا، نہ کہ خود لکھا تھا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اكتب محمد رسول الله، قالوا: لو علمنا أنك رسول الله، لا تبعناك،

ولكن اكتب اسمك واسم أبيك، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اكتب

من محمد بن عبد الله... ”محمد رسول اللہ لکھو، کفار نے کہا، اگر ہم آپ کو اللہ کا

رسول مانتے ہوتے تو ضرور آپ کی پیروی کر لیتے، آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں، اس پر نبی

اکرم ﷺ نے فرمایا، لکھو، محمد بن عبد اللہ کی طرف سے۔۔۔“

(صحیح مسلم: ۱۰۵/۲، ح: ۱۷۸۴)

حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۱۳۵۸ھ) لکھتے ہیں: وإنما معنی: کتب، ای أمر

أن يكتب، و كان الكاتب في ذلك اليوم علي بن أبي طالب...

”بلاشبہ لکھنے سے مراد یہاں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اس دن کاتب سیدنا

علی رضی اللہ عنہ تھے۔۔۔“ (الروض الانف للسہیلی: ص ۵)

اس پر ایک قوی قرینہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

امح رسول الله، فقال علي: والله! لا أمحاه أبدا، قال: أرنيه، قال:

فأراه إيّاه، فمحاها النبي صلى الله عليه وسلم بيده.

”رسول اللہ کا لفظ مٹا دیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی قسم! میں اس کو کبھی نہیں مٹاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے یہ لفظ دکھا دو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ الفاظ آپ ﷺ کو دکھائے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ مبارک کے ساتھ مٹا دیا۔۔۔“

(صحیح البخاری: ۴۵۲/۱، ح: ۳۱۸۴، صحیح مسلم: ۱۰۵/۲، ح: ۹۲/۱۷۸۳)

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۳۷-۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

فيحمل على أنّ النكتة في قوله: فأخذ الكتاب، وليس يحسن يكتب، لبيان أنّ قوله: أرني إيّاها، أنّه ما احتاج إلى أن يريه موضع الكلمة التي امتنع عليّ من محوها إلّا لكونه كان لا يحسن الكتابة.

”اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ راوی کا یہ کہنا کہ فأخذ الكتاب، وليس يحسن يكتب (یعنی آپ ﷺ نے تحریر کو پکڑا، حالانکہ آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے)، آپ ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کے لیے ہے کہ مجھے وہ کلمہ دکھاؤ، آپ ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے، اسی لیے تو آپ ﷺ اس بات کے محتاج ہوئے کہ آپ ﷺ کو وہ کلمہ دکھایا جائے، جس کو مٹانے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ رک گئے تھے۔“ (فتح الباری لابن حجر: ۵۰۴/۷)

**تنبیہ:** حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ لکھنا کہ آپ ﷺ کو کچھ کلمات لکھنا آتے تھے اور آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر خود اپنا اسم گرامی لکھا تھا، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اُمی ہی تھے (تذکرۃ الحفاظ للذهبی: ۲۲۰/۲)، مرجوح ہے، کیونکہ ہم احادیث سے ثابت کر آئے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا اسم گرامی لکھنے کا حکم دیا تھا، خود نہیں لکھا تھا۔

**فائدہ:** سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا، يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ.

”ہم اُن پڑھ لوگ ہیں، ہم لکھنا اور حساب کرنا نہیں

جانتے، مہینہ اتنا اتنا ہوتا ہے، آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ کبھی مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دنوں کا۔“

(صحیح البخاری: ۱/۲۵۶، ح: ۱۹۱۳، صحیح مسلم: ۱/۳۴۷، ح: ۱۵/۱۰۸۰)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے دور کے اکثر لوگوں کا حال بیان ہوا ہے کہ وہ اُن پڑھتے یا اس سے مراد خود نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

**تنبیہ بلیغ:** مشہور منکر حدیث تمنا عمادی پھلواروی نے اس حدیث

کے راوی الاسود بن قیس العبدی الکوفی بالاتفاق ثقہ کو الاسود بن یزید بن قیس النخعی الکوفی بنا کر زبان درازی کی ہے۔ (نبی امی از تمنا عمادی: ص ۲۱)

وہ دن آنے والا ہے، جس دن اللہ تعالیٰ مفتریوں، کذابوں، دجالوں، ظالموں اور انصافوں سے حساب و کتاب لے لے گا۔

**فائدہ:** عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہیں: ما مات النبی صلی اللہ

علیہ وسلم حتیٰ قرأ و کتب۔ ”نبی اکرم ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے

، جب تک آپ ﷺ نے پڑھنا لکھنا شروع نہ کر دیا۔“ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۴/۱۹۰)

**تبصرہ:** اس کی سند میں مجالد بن سعید راوی جمہور کے نزدیک ”ضعیف“

ہے۔ فتح الباری (۷/۵۰۴) میں مجالد کی تصحیف مجاہد سے ہو گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ضعیف، لا أصل له۔“ ”یہ ضعیف ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۵/۶۲)

**الحاصل:** رسول اللہ ﷺ اُمّی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ

آپ ﷺ کا معجزہ مبارک تھا۔



## عورت سے غیر فطری مباشرت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ کے بے غایت لطف و کرم سے عورت مرد کے لیے سکون کا باعث ہے۔ یہ سکون اس وقت ناپید ہو جاتا ہے، جب مرد، عورت سے غیر فطری مباشرت کر کے اس کے تقدس کو پامال کر دیتا ہے، کیونکہ یہ اقدام حکم شریعت کی سخت خلاف ورزی ہے، نیز اخلاق و شرافت کے منافی بھی ہے۔ اس فحیح فعل کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی نقل اس کی تائید میں ہے۔ البتہ گدھے کتے اور خنزیر جیسے جانور ایسا ضرور کر سکتے ہیں یا پھر کفار۔ فطرتِ سلیمہ اور طبعِ مستقیم کے حامل مسلمان سے اس جرم کا ارتکاب ناممکن ہے۔

عورت کو پشت (Anus) سے استعمال کرنا گناہ کی سب سے بھیانک اور بد بخت صورت ہے۔ اس سے انسان قوائے فکری و عملی پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ اس فحیح فعل کا نتیجہ ذلت و خسران اور تباہی و بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس کے فاعل کو ہمیشہ ذلت و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مغضوب علیہم قوموں کے آثارِ سیئہ اور اخلاقی قبیحہ میں سے ایک گناہ ہم جنس پرستی، عملِ قومِ لوط اور عورت سے لواطت کرنا ہے۔ فواحش و رذائل کی لسٹ میں اور طبعِ سلیم کی کراہت و نکارت کے لحاظ سے یہ گناہ بدکاری سے بڑھ کر ہے۔ کفر کے بعد اس کا نمبر آتا ہے۔ اس کے نقصانات اور بد اثرات معاشرہ پر قتل سے بڑھ کر ہیں۔

اس کا جواز پیش کرنا محض دعویٰ بلا دلیل پر اصرار ہے، اس لیے کہ یہ اسلام کی بے لوث اور پاک تعلیم پر حملہ ہے، نیز اسلامی تہذیب و تمدن کی تمام نزاکتوں کو تار تار کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ دینی و انسانی مصلحت سے عاری ایسا جرمِ عظیم ہے، جو ایک مسلمان سے ثقاہت و تقویٰ کی دولت چھین لیتا ہے۔ یہ شوہر و زن کے خوشگوار تعلقات کو نفرت و عداوت میں بدل دیتا ہے۔ رشتہ ازدواج کے تقدس کو پامال کر دیتا ہے، انسانی صحت کو روگ لگا دیتا ہے، روحانیت کو سلب



کر لیتا ہے۔

جب کوئی اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے، اس وقت وہ عقل و فکر کے نزدیک مسلمات کو لاکار رہا ہوتا ہے۔ قرآن عزیز اور حدیث شریف کی پاکیزہ تعلیمات سے آشنا مسلمان سے اس بُرے فعل کا ارتکاب مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

واضح رہے کہ جس قوم کے اندر یہ بے ہودہ اور فحش گناہ پایا گیا، مولائے کریم نے انہیں دنیا ہی میں مرقعِ عبرت اور داستانِ موعظت بنایا ہے۔ یہ انعکاسِ فطرت پر مبنی نازیبا عمل بے راہروی اور آوارہ مزاجی کی ایسی لعین عادت ہے، جو جوابِ اخلاق باختہ اور لادینی فسق و فجور میں غرقاب، شہوات و لذات میں منہمک، عصیان و معاصی کے دلدل میں بری طرح پھنسے ہوئے، بلکہ دھنسے ہوئے یورپ کے پانچ ملکوں میں قانون کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور انسانیت کے لیے باعثِ ننگ و عار اس قانون پر کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی۔

تُف ہے ایسی تہذیب پر! مالکم کیف تحكمون .

شریعتِ اسلامیہ چونکہ پاکیزہ، صاف ستھرے، شگفتہ اور بہار آفریں احکامات پر مبنی ہے، لہذا وہ انسان کو بھیمی خواہشوں، نفس پرستیوں، اعمالِ شیطانیہ اور افعالِ خبیثہ سے بچاتی ہے۔ وہ ہمارے اندر نیکی کا جذبہ اور بُرائی سے اجتناب کی قوت پیدا کرتی ہے۔ وہ ہمیں ہماری خواہشوں اور تمنائوں کو حدِ اعتدال فراہم کرتی ہے۔ اس لیے شریعتِ محمدیہ ﷺ میں ایسی رذالتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنی حلال اور منکوحہ بیوی کو بھی پشت سے استعمال نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسا کرنا مقصدِ شریعت کے خلاف ہے اور محض حیوانی جذبہ کی تسکین ہے۔

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ منبر و محراب پر سکتہ طاری ہے، جبکہ روزانہ کتنے لوگ اس مذموم فعل کا مرتکب ہو کر اپنا دل اور منہ کالا کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے معاشرہ کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں اور معاشرے کے لیے مفید افراد پیدا کرنے کے خواہاں ہیں تو انسانوں میں صالحیت اور تقویٰ لانا ہوگا۔ انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر آگے بڑھنا ہوگا اور اس گناہ

کے بھیانک نتائج سے انسانوں کو آگاہ کرنا ہوگا۔ یہ لعین عادت فاعل و مفعول میں سوزاک، جریان، جسم میں سوزش، نیز مفعول کے لیے لیکوریا اور بواسیر کا سبب ہے۔

عورت سے لواطت ایسا قبیح کام ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے، اس فعل کی قباحت کو بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الدُّبُرُ فَلَمْ يَسَّحْ قَطُّ عَلَى لِسَانِ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، وَمَنْ نَسَبَ إِلَى بَعْضِ السَّلَفِ إِبَاحَةَ وَطْءِ الزَّوْجَةِ فِي دُبُرِهَا ، فَقَدْ غَلَطَ عَلَيْهِ .

”دبر میں وطی کرنا کسی نبی کی زبانی جائز قرار نہیں دیا گیا، جس شخص نے بعض سلف کی طرف بیوی کی دبر میں وطی کرنے کا جواز منسوب کیا ہے، اس نے غلط بیانی کی ہے۔“

(زاد المعاد لابن القیم: ۲۵۷/۴)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۴۳۶-۵۱۰ھ) لکھتے ہیں:

فَحَرَامٌ ، فَمَنْ فَعَلَهُ جَاهِلًا بِتَحْرِيمِهِ ، نَهَى عَنْهُ ، فَإِنْ عَادَ عَزَّرَ .  
”بیوی کی دبر میں جماع کرنا حرام ہے، جو شخص اس کی حرمت سے جہالت کی بنا پر ایسا کرے، اسے روکا جائے گا، اگر دوبارہ کرے تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔“

(شرح السنة للبغوی: ۶/۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱-۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا إِيْتَانِ النَّسَاءِ فِي الْأَدْبَارِ فَهُوَ اللَّوْطِيَّةُ الصَّغْرَى ، وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ إِلَّا قَوْمًا وَاحِدًا شَاذًا لِبَعْضِ السَّلَفِ ، وَقَدْ وَرَدَ فِي النَّهْيِ عَنْهُ أَحَادِيثٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .  
”عورتوں کی دبر میں جماع کرنا قوم لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے، یہ باتفاقِ علما حرام ہے، سوائے ایک گروہ کے، جو کہ سلف صالحین سے الگ ہو گیا ہے، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۱۸۳/۳)



ابن نجيم حنفی (م ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں: استحلال اللواطہ بزوجتہ کفر عند الجمهور . ”اپنی بیوی سے دبر میں جماع کو حلال سمجھنا جمہور علما کے نزدیک

کفر ہے۔“ (الاشباه والنظائر لابن نجيم: ص ۱۹۱)

معزز قارئین! آپ کو بتاتے چلیں کہ یہ برا کام شیعہ مذہب میں جائز ہے، جیسا کہ خمینی صاحب لکھتے ہیں: والأقوى والأظهر جواز وطئ الزوجة مع الدبر على كراهية شديدة . ”قوی ترین اور رائج بات یہ ہے کہ شدید کراہت کے باوجود بیوی

کی دبر میں جماع کرنا جائز ہے۔“ (تحریر الوسيلة للخميني: ۲/۲۴۱، مسئلہ نمبر ۱۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وطئ المرأة في دبرها حرام بالكتاب والسنة، وهو قول جماهير السلف والخلف، بل هو اللواطية الصغرى... ”عورت کی دبر میں جماع کرنا کتاب و سنت کی رو سے حرام ہے۔ جمہور سلف و خلف کا قول بھی یہی ہے، بلکہ یہ لواطت سے ملتا جلتا فعل بد ہے۔“ (مجموع الفتاوى لابن تيمية: ۳۲/۲۶۶-۲۶۷)

امام عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ سے عورتوں کو پشت سے استعمال کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: تلک کفر، ما بدأ قوم لوط إلا ذاک، أتو النساء في أدبارهنّ، ثم أتى الرجال الرجال . ”یہ کفریہ کام ہے۔ قوم لوط نے اسی فعل سے ابتدا کی تھی، پہلے وہ عورتوں کی دبر میں جماع کرتے تھے، پھر مرد، مردوں سے ایسا کام کرنے لگے۔“ (مساوی الاخلاق للخرائطي: ۴۲۵، وسندہ حسن)

امام طاووس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا، جو اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ذلک الکفر . ”یہ کفریہ کام ہے۔“

(السنن الكبرى للنسائي: ۹۰۰۴، وسندہ صحيح)

ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **هذا يسائلني عن الكفر . ”یہ شخص مجھ سے کفر کے بارے میں**

پوچھتا ہے۔“ (مصنف عبد الرزاق: ۱۱/۴۴۲، ح: ۲۰۹۵۳، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں: **انت حرثك من حيث نباته .**

”اپنی کھیتی (بیوی) سے اس جگہ پر جماع کر جہاں سے کچھ اُگ سکے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱۹۶/۷، وسندہ صحیح)

خود امام طاووس رضی اللہ عنہ سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

**”تلک کفرہ . ”یہ کفریہ کام ہے۔“**

(السنن الكبرى للنسائي: ۹۰۰۶، وسندہ حسن)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **من أتى أدبار الرجال والنساء فقد**

**كفر . ”جو آدمی مردوں اور عورتوں کی دبر میں جماع کرتا ہے، وہ کفریہ کام کرتا**

**ہے۔“ (السنن الكبرى للنسائي: ۹۰۲۱، وسندہ حسن)**

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **وهل يفعل ذلك إلا كافر؟**

**”کیا کافر کے علاوہ کوئی ایسا کام کر سکتا ہے؟“**

(زوائد مسند الامام احمد: ۲/۲۱۰، وسندہ صحیح)

امام طاووس تابعی، امام سعید بن مسیب تابعی، امام مجاہد تابعی اور امام عطاء بن ابی رباح

تابعی رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایت ہے: **أنهم كانوا ينكرون إتيان النساء في**

**أدبارهنّ ويقولون: هو كفر . ”یہ تابعین رضی اللہ عنہم عورتوں کی دبر میں جماع**

**کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کفر ہے۔“ (سنن الدارمی: ۱۱۸۵، وسندہ حسن)**

امام مکرمہ تابعی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

**أنه كان يكره إتيان الرجل امرأته في دبرها ، ويعيبه عيبا شديدا .**



”آپ ﷺ مرد کے عورت کی دبر میں جماع کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کو سخت برا فعل کہتے تھے۔“ (مسند الدارمی: ۱۱۷۸، وسندہ صحیح)

امام مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”من أتى امرأته فبدرها، فليس من المتطهرين.“ (السنن الكبرى للنسائي: ۹۰۲۲، تفسیر الطبری: ۳۹۵/۴، وسندہ حسن)

## اجماع

① امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: ”وفى الإجماع هذا دليل على أنّ الدبر ليس موضع وطئ، ولو كان موضع وطئ ما ردت من لا يوصل إلى وطنها في الفرج، وفي إجماعهم أيضا على العقيم التي لا تلد لا ترد...“ ”اس اجماع میں یہ دلیل موجود ہے کہ دبر جماع کرنے کی جگہ نہیں ہے، اگر یہ جماع کرنے کی جگہ ہوتی تو اس عورت کے نکاح کو ختم نہ کیا جاتا، جس کی فرج میں وطئ ممکن نہیں ہوتی، اسی طرح اجماع ہے کہ اس بانجھ عورت کا نکاح ختم نہیں کیا جائے گا، جو بچہ جننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔۔۔“ (الاستذکار لابن عبد البر: ۴۲۳/۵)

② حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۷۲۷ھ) لکھتے ہیں: ”واتَّفَق العلماء الذين يعتدّ بهم على تحريم وطئ المرأة في دبرها حائضا كانت أو طاهرا، لأحاديث كثيرة مشهورة.“ ”قابل اعتماد علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ عورت کی دبر میں جماع کرنا حرام ہے، خواہ وہ حیض کی حالت میں ہو یا طہر کی حالت میں۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں۔“ (شرح صحیح مسلم: ۱/۴۳۳)

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱-۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: وأما إتيان

النساء في الأدبار فهو اللواطية الصغرى ، وهو حرام بإجماع العلماء إلا قوما واحدا شاذا لبعض السلف ، وقد ورد في النهي عنه أحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم . ”عورتوں کی دبر میں جماع کرنا قوم لوط کے عمل سے ملتا جلتا کام ہے ، یہ باتفاقِ علماء حرام ہے ، سوائے ایک گروہ کے ، جو کہ سلف صالحین سے الگ ہو گیا ہے ، حالانکہ اس فعل سے ممانعت کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۱۸۳/۳)

④ حافظ مناوی رحمہ اللہ (۹۵۲-۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں: وما ذكر من

أن الدبر حرام ، هو ما استقر عليه الحال ، وعليه الإجماع الآن في الجملة . ”دبر میں جماع کے حرام ہونے پر موجودہ زمانے میں اتفاق ہے اور اب فی الجملہ اس پر اجماع ہے۔“ (فيض القدير للمناوى: ۱۶۹/۵)

⑤ علامہ عینی حنفی (۷۲۲-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: وقد انعقد

الإجماع على تحريم إتيان المرأة في الدبر ، وإن كان فيه خلاف قديم ، فقد انقطع ، وكل من روى عنه إباحته ، فقد روى عنه إنكاره .

”عورتوں کی دبر میں جماع کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے ، اگرچہ اس میں پرانا اختلاف تھا ، لیکن وہ ختم ہو گیا ہے۔ جس شخص سے بھی اس کی اباحت مروی ہے ، اس سے اس کا انکار بھی مروی ہے۔“ (البنایة فی شرح الهدایة للعینی: ۲۵۵/۶)

⑥ جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب (م ۱۳۵۲ھ) لکھتے ہیں:

الإيلاج في الدبر ، وهو حرام بإجماع الأمة ، لا يشذ عنهم شاذ . ”دبر میں جماع کرنے کے حرام ہونے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ ان سے کسی اختلاف

کرنے والے نے اختلاف نہیں کیا۔“ (العرف الشذی: ۱/۳)

بہت سارے اہل علم نے اس برے کام کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کحافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی رحمہ اللہ (۵۷۸-۶۵۶ھ) لکھتے ہیں:

وجمہور السلف والعلماء وأئمة الفتوى على تحريم ذلك .

”جمہور سلف، علمائے کرام اور مفتی ائمہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔“

(الفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ۱۵۷/۶)

امام مالک رحمہ اللہ (۹۳-۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: ما علمته حرام .

”میرے علم کے مطابق یہ حرام ہے۔“ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۸۰، وسندہ صحیح)

اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔

مشہور مفسر علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۰۰-۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: وهذا هو الحق

المتبع، والصحيح في المسألة . ”یہی وہ حق ہے، جس کی پیروی ضروری

ہے اور اس بارے میں صحیح بات یہی ہے۔“ (تفسیر القرطبی: ۹۱/۳)

عورت کی دبر استعمال کرنے کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) اور ابن حجر مثنیٰ

(۹۰۹-۹۷۴ھ) نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ حافظ مناوی (۹۵۲-۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

والنهي للتحريم، بل هو كبيرة . ”یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے، بلکہ

یہ کبیرہ گناہ ہے۔“ (فیض القدير للمناوی: ۳۵۷/۴)

اس گناہ کے خلاف حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) نے تحريم المحل

المكروه اور حافظ ابوالعباس القرطبی رحمہ اللہ (۵۷۸-۶۵۶ھ) نے إظهار إدمار من أجاز

الوطئ في الأدبار نامی کتابیں لکھی ہیں اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ایک جزء لکھا ہے۔

## قرآنی دلائل

دلیل نمبر ① : اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ (البقرة: ٢٢٢)

”پس جب عورتیں (حیض سے) پاک ہو جائیں تو ان سے اس طرح جماع کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔“

اس آیت کریمہ کا مفہوم واضح کرتے ہوئے اور اس فعلِ بد کی بیس کے قریب قباحتیں بیان کرتے ہوئے حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: وقد دلت

الآية على تحريم الوطء في دبرها من وجهين : أحدهما أنه أباح إتيانها في الحرث ، وهو موضع الولد لا في الحش الذي هو موضع الأذى ، وموضع الحرث هو المراد من قوله ﴿ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ﴾ (البقرة: ٢٢٢) الآية ، قال : ﴿ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ (البقرة: ٢٢٣) ، وإتيانها في قبلها من دبرها مستفاد من الآية أيضا ، لأنه قال : أَنَّى شِئْتُمْ ، أى من أين شِئْتُمْ من أمام أو من خلف ، قال ابن عباس : فَأَتُوا حَرْثَكُمْ ، يعنى الفرج ، وإذا كان الله حَرَّمَ الوطء في الفرج لأجل الأذى العارض ، فما الظنُّ بالحش الذي هو محلُّ الأذى اللازم مع زيادة المفسدة بالتعرض لانقطاع النسل والذريعة القريبة جداً من أدبار النساء إلى أدبار الصبيان .

وأيضاً: فللمرأة حق على الزوج في الوطء ، ووطؤها في دبرها يفوّت حقّها ، ولا يقضى وطرها ، ولا يُحصّل مقصودها ، وأيضاً : فإن الدبر لم يتهيأ لهذا العمل ، ولم يخلق له ، وإنما الذى هىء له الفرج ، فالعادلون عنه إلى الدُّبُر خارجون عن حكمة الله وشرعه جميعاً ، وأيضاً : فإن ذلك مضرّ بالرجل ، ولهذا ينهى عنه عقلاء الأطباء من الفلاسفة وغيرهم ، لأنّ للفرج خاصيّة فى اجتذاب الماء المحتقن وراحة الرجل منه والوطء فى الدُّبُر لا يعين على اجتذاب جميع الماء ، ولا يخرج كلّ المحتقن لمخالفته للأمر الطبيعى ،

وأيضاً: يضرّ من وجه آخر، وهو إحواله إلى حركات متعبة جداً لمخالفته للطبيعة، وأيضاً: فإنه محلّ القدر والنَّجْو، فيستقبله الرَّجُل بوجهه، ويُلبسه، وأيضاً: فإنه يضرُّ بالمرأة جداً، لأنه واردٌ غريب بعيدٌ عن الطباع، مُنافر لها غاية المنافرة، وأيضاً، فإنه يُحدث الهمَّ والغمَّ، والنفرة عن الفاعل والمفعول، وأيضاً، فإنه يُسوِّد الوجه، ويظلم الصدر، ويطمس نور القلب، ويكسو الوجه وحشة تصير عليه كالسِّمَاء يعرفها مَنْ له أدنى فراسة، وأيضاً: فإنه يُوجب النفرة والتباغض الشديد، والتقاطع بين الفاعل والمفعول، ولا بُدَّ، وأيضاً: فإنه يُفسد حال الفاعل والمفعول فساداً لا يكاد يُرجى بعده صلاح، إلا أن يشاء الله بالتوبة النصوح، وأيضاً: فإنه يُذهب بالمحاسن منهما، ويكسوهما ضدّها، كما يُذهب بالمودّة بينهما، ويُبدلهما بها تباغضاً وتلاغناً، وأيضاً: فإنه من أكبر أسباب زوال النعم، وحلول النقم، فإنه يوجب اللعنة والمقت من الله، وإعراضه عن فاعله، وعدم نظره إليه، فأى خير يرجوه بعد هذا، وأى شر يأمنه، وكيف حياة عبد قد حلَّت عليه لعنة الله ومقتته، وأعرض عنه بوجهه، ولم ينظر إليه، وأيضاً: فإنه يُذهب بالحياء جملةً، والحياء هو حياة القلوب، فإذا فقدتها القلب، استحسن القبيح، واستقبح الحسن، وحينئذٍ فقد استحكّم فساده، وأيضاً: فإنه يُحيل الطباع عما ركبها الله، ويُخرج الإنسان عن طبعه إلى طبع لم يركب الله عليه شيئاً من الحيوان، بل هو طبع منكوس، وإذا نُكس الطبع انتكس القلب، والعمل، والهدى، فيستطيع حينئذٍ الخبيث من الأعمال والهيئات، ويفسد حاله وعمله وكلامه بغير اختياره.

وأيضاً: فإنه يُورث من الوقاحة والجُرأة ما لا يُورثه سواه، وأيضاً: فإنه يُورث من المهانة والسّفال والحقارة ما لا يُورثه غيره، وأيضاً: فإنه يكسو





العبد من حلة المقت والبغضاء ، وازدراء الناس له ، واحتقارهم إياه ، واستصغارهم له ما هو مشاهدٌ بالحسّ ، فصلاة الله وسلامه على من سعادة الدنيا والآخرة في هديه واتباع ما جاء به ، وهلاك الدنيا والآخرة في مخالفة هديه وما جاء به .

”اس آیت نے دو طرح سے عورت کی دبر میں جماع سے ممانعت پر دلالت کی ہے، ایک تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی کھیتی میں جماع کو جائز قرار دیا ہے اور کھیتی کی جگہ بچہ پیدا ہونے کی جگہ ہے، نہ کہ وہ سوراخ جو کہ گندگی کی جگہ ہے اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ (البقرة: ۲۲۲) (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے) سے مراد یہی کھیتی والی جگہ ہی ہے، نیز فرمایا: ﴿فَاتَّوُوا حَرْثَكُمْ أَنِّي سَتُّمُ﴾ (البقرة: ۲۲۳) (تم اپنی کھیتی کو جہاں سے چاہو، آؤ)، اس آیت سے عورت کے پچھلی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کرنے کی بھی دلیل نکلتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تم جہاں سے چاہو، جماع کرو، یعنی آگے سے یا پیچھے سے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کھیتی سے مراد اگلی شرمگاہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر لاحق ہونے والی گندگی (حیض) کی وجہ سے اگلی شرمگاہ میں جماع کو حرام قرار دیا ہے تو اس سوراخ کے بارے میں کیا خیال ہے، جو مستقل طور پر گندگی کی جگہ ہے، ساتھ ساتھ اس میں جماع کے اور بھی مفاسد ہیں، ان میں ایک انقطاع نسل ہے اور دوسرا یہ کہ عورتوں کی پشتوں میں جماع کرنا بچوں کی پشتوں میں جماع (لواطت) کا بڑا سبب ہے۔

اسی طرح جماع میں عورت کا بھی مرد پر حق ہوتا ہے، جو کہ دبر میں جماع کرنے سے ادا نہیں ہوتا اور عورت کی خواہش پوری نہیں ہوتی اور اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح دبر اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئی، بلکہ اس کام کے لیے فرج بنائی گئی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑ کر دبر کی طرف جانے والے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور شریعت سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ یہ مرد کے لیے بھی نقصان دہ ہے، اسی لیے عقل مند اطباء اور فلاسفہ وغیرہم اس کام سے منع کرتے ہیں، کیونکہ

فرج میں بہنے والے پانی کو جذب کرنے اور مرد کو راحت دینے کی صلاحیت ہوتی ہے، جبکہ دبر میں جماع کرنا پانی کو جذب کرنے پر مدد نہیں دیتا اور طبعی امر کی مخالفت کی وجہ سے پانی مکمل طور پر خارج نہیں ہوتا۔ ایک اور طرح سے بھی یہ نقصان دہ ہے کہ اس میں طبع کے خلاف حرکات کرنا پڑتی ہیں، جو کہ تھکا دینے والی ہوتی ہیں۔ اسی طرح دبر گندگی اور نجاست کی جگہ ہوتی ہے، اس کی طرف آدمی متوجہ ہوتا اور اس کو استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح یہ عورت کے لیے بھی سخت نقصان دہ ہے، کیونکہ یہ طبع کے بہت خلاف اور منافرت والا کام ہے۔ اسی طرح یہ کام غم و دکھ اور فاعل و مفعول سے نفرت کا باعث بنتا ہے۔ یہ کام چہرے کو سیاہ کرتا اور سینے کو اندھیرا کرتا اور دل کا نور ختم کرتا ہے۔ اس سے چہرے پر سراسیمگی چھا جاتی ہے اور وہ واضح نشانی بن جاتی ہے، جسے ادنیٰ سی فراست والا شخص بھی پہچان جاتا ہے۔ اسی طرح یہ کام ضروری طور پر فاعل و مفعول کے درمیان نفرت، سخت عداوت اور قطع تعلقی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح یہ کام فاعل اور مفعول کی حالت اتنی خراب کر دیتا ہے کہ اس کی اصلاح ممکن نہیں رہتی، الا یہ کہ سچی توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو جائے۔ اسی طرح یہ کام فاعل و مفعول دونوں سے خوبصورتی کو ختم کر دیتا ہے اور انہیں بد صورت بنا دیتا ہے، جیسا کہ ان کی باہم محبت نفرت و عداوت میں بدل جاتی ہے۔ اسی طرح یہ کام نعمتوں کے چھن جانے اور مصیبتوں کے چھا جانے کا بڑا سبب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت، اس کی ناراضی، اس کے اعراض اور بنظر رحمت نہ دیکھنے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے بعد ایسا شخص کس خیر کی امید کرے گا اور کس شر سے محفوظ ہو سکے گا، جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی لعنت ہو، وہ اس سے اعراض کر لے اور اس کو بنظر رحمت نہ دیکھے، اس کی زندگی کیسی ہوگی؟ اسی طرح یہ کام حیا کو مکمل طور پر ختم کر دیتا ہے اور حیا ہی دلوں کی حیات ہے، جب دل اسے گم کر بیٹھے تو غلط کو درست اور درست کو غلط سمجھنے لگتا ہے، اس وقت خرابی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

اسی طرح یہ کام طبیعتوں کو اس طریقے سے پھیر دیتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی ہے۔ یہ الٹی طبع ہے اور جب طبع الٹ جائے تو دل اور طور طریقہ بھی الٹ جاتا ہے۔ تب وہ

برے اعمال و حالات کو اچھا سمجھ بیٹھتا ہے اور اس کی حالت، عمل اور کلام بلا اختیار خراب ہو جاتی ہے۔ نیز یہ کام ایسی بے غیرتی اور جرأت پیدا کرتا ہے، جو کسی اور کام سے پیدا نہیں ہوتی۔ نیز اس سے وہ رسوائی، ذلت اور تحقارت پیدا ہوتی ہے، جو کسی اور کام سے نہیں ہوتی۔ نیز یہ بندے کو غصے اور کینے کا لباس پہنا دیتی ہے اور لوگ اس کو ذلیل و حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مشاہداتی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نبی پر درود و سلام کرے، جس کی اتباع و پیروی میں دنیا و آخرت کی سعادت ہے اور جس کی مخالفت و نافرمانی میں دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔“

(زاد المعاد لابن القيم: ۲۵۷/۴)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”توتی مقبلہ و مدبرۃ فی الفرج .“ اگلی اور پچھلی دونوں جانبوں سے فرج

میں ہی جماع کیا جائے گا۔“ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۷/۷، وسندہ صحیح)

اس آیت کی تفسیر میں امام مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من أتى امرأته في دبرها فهو من المرأة مثله من الرجل ، ثم تلا ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٰ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ أن تعتزلوهن في المحيض الفرج ، ثم تلا ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ قائمة وقاعدة ومقبله ومدبرۃ فی الفرج .“

”جس آدمی نے اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا، تو اس کا یہ فعل مرد کے ساتھ ایسا کرنے کی

طرح ہے، پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٰ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾ (اے نبی! وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ وہ گندگی ہے، لہذا تم حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، ان کے قریب نہ جاؤ

حتی کہ وہ پاک ہو جائیں، جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو اس طرح ان سے جماع کرو، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے)، یعنی تم حیض کے دنوں میں عورتوں کی اگلی شرمگاہ سے دور رہو، پھر انہوں نے یہ فرمان باری تعالیٰ پڑھا: ﴿نَسَآؤْكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ اَنْىٰ شِئْتُمْ﴾ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، تم اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو، آؤ)، یعنی عورت کھڑی ہو، بیٹھی ہو، منہ مرد کی طرف کیے ہوئے ہو یا پشت مرد کی طرف کیے ہوئے ہو، جماع اگلی شرمگاہ میں ہی کرنا ہے۔ (مسند الدارمی: ۱۱۷۵، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں: من حیث امرکم اللہ أن تعتزلوھن فی المحیض .  
 ”(وہاں جماع کرو) جہاں سے تمہیں حیض کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے روکا تھا۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲/۴، وسندہ صحیح)

عکرمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: من حیث امرکم أن تعتزلوا . ”جہاں سے دور رہنے کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا تھا (اسی اگلی شرمگاہ میں جماع کرو)۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲/۴، وسندہ صحیح)

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: فی الفرج . ”اس سے مراد اگلی شرمگاہ میں جماع کرنا ہے۔“ (مسند الدارمی: ۱۱۷۴، وسندہ صحیح)

ابورزین الاسدی کہتے ہیں: من قبل الطھر . ”اس سے مراد طہر میں جماع کرنا ہے۔“ (تفسیر الطبری: ۳۹۱/۴، وسندہ صحیح)

امام قتادہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وطوھن غیر حیض . ”حیض کی حالت کے علاوہ جماع کرنا اس سے مراد ہے۔“ (تفسیر عبد الرزاق: ۳۳۹/۱، وسندہ صحیح)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: وفيہ دلالة حینئذ علی تحريم الوطء فی الدبر . ”اس آیت کریمہ میں دبر میں جماع کی حرمت پر

دلالت موجود ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۵۲۳/۱)

## دلیل نمبر ② :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: ۲۲۳)

”تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتوں کو جیسے چاہو، آؤ۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قالت اليهود: إنما يكون

الحول إذا أتى الرجل امرأته من خلفها، فأنزل الله: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: ۲۲۳)، من قدامها، ومن خلفها، ولا يأتيها إلا

في المأمن. ”یہودی کہتے تھے کہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع اس کے پچھلی جانب

سے کرے تو اسی صورت میں بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی، یعنی

مرد، عورت سے اگلی جانب سے اور پچھلی جانب سے جماع کر سکتا ہے، لیکن جماع صرف اگلی

شرمگاہ میں کرے۔“ (صحیح ابن حبان: ۶۱۹۷، وسندہ صحیح)

(نیز دیکھیں صحیح مسلم: ۱۴۳۵)

عکرمہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: إنما هو الفرج .

”اس سے مراد اگلی شرمگاہ ہی ہے۔“ (مسند الدارمی: ۱۱۶۴، وسندہ صحیح)

نیز فرماتے ہیں: يأتيها كيف شاء، قائم وقاعد وعلى كل حال،

يأتيها ما لم يكن في دبرها. ”مرد اپنی عورت سے جیسے چاہے، کھڑے، بیٹھے اور

ہر حالت میں جماع کر سکتا ہے، لیکن اس کی دبر میں نہیں۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸/۴، وسندہ صحیح)

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كانت اليهود لا تألوا ما شددت على

المسلمين، كانوا يقولون: يا أصحاب محمد! إنه والله ما يحل لكم أن تأتوا

نساءكم إلا من وجه واحد. ”یہودی مسلمانوں کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ



سے نہ جانے دیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اے محمد (ﷺ) کے ساتھیو! اللہ کی قسم تمہارے لیے عورتوں سے جماع کی صرف ایک ہی صورت جائز ہے۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی تو : فخلّى الله بين المؤمنين وبين حاجتهم . ”اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور ان کی ضرورت کے درمیان سے آڑ ختم

کر دی۔“ (مسند الدارمی : ۱۱۶۵، وسندہ صحیح)

یہودیوں کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے پیچھے سے اس کا اگلا حصہ استعمال کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نظریے کے مطابق صحابہ کرام کو طعنے دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر یہودیوں کا رد کر دیا کہ جیسے چاہو اپنی بیویوں کے پاس آؤ، لیکن اس حصہ کو استعمال کرنا ہے، جس سے بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

اس آیت کی یہی تفسیر مرہ بن شراحیل الہمدانی نے بیان کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۳۰/۴، وسندہ صحیح)

امام شحاک بن مزاحم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وہ عورتیں پاک ہوں، حیض کی حالت میں نہ ہوں۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۲۹/۴، وسندہ صحیح)

محمد بن کعب القرظی تابعی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہا کرتے تھے :

انثھا مضجعة وقائمة ومنحرفة ومقبلة ومدبرة كيف شئت إذا في قبلها .

”تو اپنی بیوی سے جیسے چاہے جماع کر اس حال میں کہ وہ لیٹی ہوئی ہو، کھڑی ہوئی ہو،

ٹیڑھی ہو، منہ تیری طرف کیے ہوئے ہو یا پیٹھ تیری طرف کیے ہوئے ہو، بشرطیکہ جماع اس کی اگلی

شرمگاہ میں کرے۔“ (تفسیر الطبری : ۳۹۸/۴، وسندہ حسن)

اسلمعیل بن عبد الرحمن السدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

انت حرثك كيف شئت من قبلها ، ولا تأتھا فی دبرھا ، انی شئت ، قال

: کیف شئتم . ”تو اپنی کھیتی کو جیسے چاہے، آ، یعنی اگلی شرمگاہ میں جماع کر، دبر میں جماع نہ کر، فرمانِ باری تعالیٰ اَنْی شئْتُمْ سے مراد ہے کہ جیسے چاہو (اگلی شرمگاہ میں جماع کرو)۔“ (تفسیر الطبری: ۳۹۸/۴، وسندہ حسن)

سنی مفسر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی تعالیٰ ذکرہ بذلک : نساء کم مزدرع اولادکم ، فأتوا مزدرعکم کیف شئتم ، وأین شئتم . ”اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ عورتیں تمہارے بچوں (کی پیدا ہونے) کی کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتوں (اگلی شرمگاہ میں) کو جیسے چاہو، جہاں چاہو جماع کرو۔“

(تفسیر الطبری: ۳۹۸/۴)

اسمعیل بن عبدالرحمن السدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”أما الحرث ، یعنی مزرعہ ، یحرث فیہا . ”کھیتی سے مراد اس کی بیج بونے کی جگہ سے، جس میں وہ بل چلاتا ہے۔“ (تفسیر الطبری: ۳۹۸/۴، وسندہ حسن)

### حدیثی دلائل

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) لکھتے ہیں: فلما تواترت هذه الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالنهي عن وطء المرأة في دبرها ، ثم جاء عن أصحابه وعن تابعيهم ما يوافق ذلك وجب القول به وترك ما يخالفه . ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت کی دبر میں جماع سے ممانعت پر یہ احادیث متواتر ہیں، پھر آپ کے صحابہ کرام اور تابعین کرام سے اسی کے مطابق روایات مروی ہیں تو اس (دبر میں جماع کی حرمت) کے قائل ہونا اور اس کے خلاف قول کو چھوڑنا واجب ہے۔“

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۶/۳)

محمد بن جعفر الکتانی رحمہ اللہ (۱۲۷-۱۳۴۵ھ) نے بھی ان احادیث کو ”متواتر“ قرار دیا





ہے۔ (نظم المتناثر من الحديث المتواتر للكتانی : ۱۴۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں: **قد تیقنّا بطریق لا محید**  
عہا نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن أدبار النساء وجزمنّا بتحريمه ، ولی فی  
ذلک مصنف کبیر . ”ہم نے ایسے طریقے (تواتر) سے یقین کیا ہے، جس سے  
کوئی مفسر نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی بچھلی شرمگاہوں میں جماع کرنے سے منع فرمایا ہے  
اور ہم نے اس کو بالجزم حرام قرار دیا ہے۔ اس بارے میں میری ایک ضخیم تصنیف بھی ہے۔“  
(سیر اعلام النبلاء للذہبی : ۱۴/۱۲۸)

**حدیث نمبر ① :** سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انّ اليهود قالوا للمسلمين : من أتى امرأته وهي مدبرة جاء ولدها أحول ،  
فأنزل الله عزّ وجلّ : ﴿ نَسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ (البقرة :  
۲۲۳) ، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : مقبلة ومدبرة ما كان في الفرج .  
”یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ جو آدمی اپنی بیوی سے جماع اس حالت میں کرے کہ  
وہ اس کی پشت کیے ہوئے ہو تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:  
﴿ نَسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ (البقرة : ۲۲۳) (تمہاری عورتیں  
تمہاری کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتی کو جیسے چاہو آؤ)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عورت تمہاری طرف  
منہ کیے ہوئے ہو یا پشت جماع جائز ہے، بشرطیکہ اگلی شرمگاہ میں ہو۔“

(شرح معانی الآثار للطحاوی : ۴۱/۳، وسندہ صحیح)

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: **ففى توقیف النبی**  
صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک علی الفرج إعلام منه إیّاهم أنّ الدبر بخلاف ذلک .  
”نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو اگلی شرمگاہ پر موقوف کر دیا ہے، اس میں ان کو یہ بتا دیا ہے

کہ کچھلی شرمگاہ اس کے خلاف (حرام) ہے۔“ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۱/۳)

**حدیث نمبر ۲:** سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ہی اللوطیۃ الصغریٰ** .

”یہ لواطت سے ملتا جلتا کام ہے۔“ (زوائد مسند الامام احمد: ۲/۲۱۰، وسندہ صحیح)

اس کے راوی عمرو بن شعیب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اسے جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے۔“

(تہذیب التہذیب لابن حجر: ۳۶/۷)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی سند کے بارے میں علمائے کرام کی تحقیق ملاحظہ ہو:

① امام حاکم رحمہ اللہ (۳۱-۴۰۵ھ) ایک دوسری روایت کے بارے فرماتے ہیں:

هذا حديث ثقات رواه حقاظ ، وهو كالأخذ باليد في صحّة سماع

شعیب بن محمد عن جدہ عبد اللہ بن عمرو . ”یہ ثقہ راویوں کی بیان کردہ

حدیث ہے، اس کے سارے راوی مضبوط حافظے والے ہیں۔ شعیب بن محمد کے اپنے دادا سیدنا

عبداللہ بن عمرو سے سماع صحیح ہونے کے بارے میں یہ روایت ایسے ہے، جیسے وہ (شعیب) اپنے

ہاتھ کے ساتھ (اپنے دادا کو) پکڑنے والے ہیں۔“ (المستدرک للحاکم: ۲/۶۵)

(نیز دیکھیں: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۳۱۸-۳۱۹)

حافظ نووی رحمہ اللہ (۲۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: **وأنكر بعضهم سماع**

شعیب عن جدہ عبد اللہ بن عمرو ... هذا إنكار ضعيف ، وأثبت الدارقطني

وغیره من الأئمة سماع شعیب من عبد اللہ ، الصحيح المختار الاحتجاج به

عن أبيه عن جدہ كما قال الأکثرون . ”بعض محدثین نے شعیب کے اپنے

دادا سیدنا عبداللہ بن عمرو سے سماع کا انکار کیا ہے، لیکن یہ انکار بہت کمزور ہے۔ امام دارقطنی اور

دوسرے ائمہ کرام نے شعیب کے سیدنا عبداللہ بن عمرو سے سماع کو ثابت کیا ہے۔ صحیح اور مختار بات یہ ہے کہ اس سند سے حجت لی جائے گی، جیسا کہ جمہور محدثین نے فرمایا ہے۔“

(تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ۲۹/۲-۳۰)

حافظ منذری رحمہ اللہ (۵۸۱-۶۵۶ھ) لکھتے ہیں: والجمہور علی توثیقہ  
وعلی الاحتجاج بروایتہ عن أبیہ عن جدہ .  
”جمہور کے نزدیک شعیب ثقہ ہیں اور ان کی عن ابیہ عن جدہ والی روایت قابل حجت ہے۔“

(الترغیب والترہیب للمندری: ۴/۴۹۵)

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (۷۲۳-۸۰۴ھ) لکھتے ہیں: احتج به الأكثرون .  
”اکثر محدثین نے اس سند سے حجت لی ہے۔“ (البدر المنیر لابن الملقن: ۱/۲۶۸)

### حدیث نمبر ۳: عبدالرحمن بن سابط کہتے ہیں:

سألت حفصة بنت عبد الرحمن هو ابن أبي بكر ، قلت لها : إني أريد أن  
أسألك عن شيء ، وأنا أستحيي أن أسألك عنه ، قالت : سل يا ابن أخي عما  
بدالك ، قال : أسألك عن إتيان النساء في أدبارهنّ ، فقالت : حدّثني أمّ  
سلمة : قالت : كانت الأنصار لا تجبّی وكانت المهاجرون تجبّی ، فتزوج  
رجل من المهاجرين امرأة من الأنصار ، فجبّاها ، فأبت الأنصاريّة ، فأتت أمّ  
سلمة ، فذكرت لها ، فلمّا أن جاء النبي صلّى الله عليه وسلّم استحيت  
الأنصاريّة وخرجت ، فذكرت ذلك أمّ سلمة للنبي صلّى الله عليه وسلّم ،  
فقال : ادعوها لي ، فدعيت له ، فقال لها ﴿ نَسَاؤُكُمْ حَرْتُ لَكُمْ فَأَتُوا حَرَّتْكُمْ  
أَنِي شَتَمْتُ ﴾ ، صاماما واحدا ، والصمام السبيل الواحد .

”میں نے حفصہ بنت عبدالرحمن سے سوال کیا، یہ عبدالرحمن سیدنا ابوبکر کے بیٹے ہیں،

میں نے ان سے عرض کی کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا، اے بھتیجے! جو چاہے پوچھو، میں نے ان سے کہا، میں آپ سے عورتوں کی دبر میں جماع کرنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، انہوں نے فرمایا، مجھے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انصار اپنی عورتوں کو اوندھا کر کے ان سے جماع نہیں کرتے تھے، جبکہ مہاجرین ایسا کرتے تھے۔ ایک مہاجر آدمی نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا اور اس سے جماع کرنے کے لیے اوندھا ہونے کا مطالبہ کیا تو اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور یہ واقعہ ذکر کیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انصاری عورت شرم کے مارے باہر چلی گئی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے میرے پاس بلاؤ، اسے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ اس کو سنائی: ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ اور فرمایا، صمام (جماع کرنے والی شرمگاہ) ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی راستہ ہے۔“ (مسند الدارمی: ۱۱۵۹، مسند الامام احمد: ۳۰۵/۶، تفسیر الطبری: ۹۲/۲،

وسندہ حسن)

امام دارمی رحمہ اللہ (۱۸۱-۲۲۵ھ) فرماتے ہیں: والصمام: السيل الواحد. ”صمام ایک ہی راستہ ہے۔“

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸-۳۲۱ھ) لکھتے ہیں: صماما واحد، فذلک دليل أن حکم ضدّ ذلک الصمام بخلاف حکم ذلک الصمام، ولولا ذلک لما كان لقوله صماما واحد معنى. ”صمام ایک ہی ہے، یہ الفاظ نبوی اس بات کی دلیل ہیں کہ اس صمام کے علاوہ کا حکم اس کے خلاف (حرمت والا) ہے، اگر ایسا نہ ہو تو ان نبوی الفاظ کا کوئی معنی نہیں رہتا۔“ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۳/۳)

فائدہ: حافظ بغوی رحمہ اللہ (۳۳۶-۵۱۰ھ) لکھتے ہیں:

تَفَقُّ أهل العلم على أَنَّهُ يجوز للرجل إتيان زوجته في قبلها من جانب دبرها وعلى أَى صفة شاء . ”علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ خاندانِ نبوی کی اگلی شرمگاہ میں جماع پچھلی جانب سے کر سکتا ہے، اس کے علاوہ جو بھی طریقہ چاہے استعمال کر سکتا ہے۔“ (شرح السنة للبغوی : ۱۰۶/۹)

**حدیث نمبر ۴ :** سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ينظر الله إلى رجل جامع امرأته في دبرها . ”اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف (بظرفِ رحمت) نہیں دیکھتے، جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ : ۱۹۲۳، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۴۴/۳، وسندہ حسن)

اس حدیث کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقد صح عنه . ”یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے۔“ (مسائل الامام احمد واسحاق : ۳۵۳۱)

بوصیری کہتے ہیں: هذا إسناد صحيح ، رجاله ثقات . ”یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔“ (مصابح الزجاجة : ۹۷/۲) اس کے راوی الحارث بن مخلد کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الثقات (۴۶/۴) میں ذکر کیا ہے۔

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے صحیح ابی عوانہ (۳۴۸۰) میں روایت ذکر کی ہے۔ یہ توثیق ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: يعد من أهل المدينة . ”اس کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔“ (التاریخ الكبير للبخاری : ۱۹/۲)

عبدان الاہوازی اور ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”صدوق“ کہا ہے۔ (الکاشف للذہبی : ۱۹۷/۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معروف بصحبة أبي هريرة .

”یہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں۔“ (الاصابة لابن حجر: ۱۷۲/۳)

لہذا امام بزار رحمہ اللہ کا اسے ”دلیس بمشہور“، حافظ ابن القطان رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اسے ”مجهول الحال“ کہنا مضرب نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ راوی بلا شک وشبہ ”حسن الحدیث“ ہے۔

جامع معمر بن راشد (۲۰۹۵۲) کے الفاظ یہ ہیں: **إِنَّ الذی یأتی امرأۃ فی دبرھا لا ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ .** ”جو شخص کسی عورت سے دبر میں جماع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں دیکھیں گے۔“

**حدیث نمبر ۵:** سیدنا علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا تأتوا النساء فی أدمبارھنّ ، فإنّ اللہ لا یستحیی من الحقّ .** ”تم اپنی عورتوں سے ان کی پشتوں میں جماع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔“ (مسند الامام احمد: ۲۴۲۵۱، مسند الدارمی: ۱۱۸۱، سنن الترمذی:

۱۱۶۴، وسندہ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۱۹۹) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ اس کا راوی مسلم بن سلام الحنفی ”حسن الحدیث“ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **یروی عنه .** ”اس سے روایت لی جائے گی۔“ (العلل ومعرفة الرجال: ۳۳۹۰)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی الثقات (۱۲۵/۴) میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے بھی ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات لابن شاہین: ۱۳۹۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کو ”حسن“ کہا ہے۔ یہ بھی توثیق ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وثقّ .** ”اس کی توثیق کی گئی ہے۔“ (الکاشف: ۱۲۴/۳)

لہذا ایسے راوی کی روایت ”حسن“ درجہ سے کم نہیں ہوتی۔

**حدیث نمبر ⑥ :** سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جاء عمر بن الخطاب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال : هلك ، قال : وما أهلكك ؟ قال : حوّلت رحلى الليلة ، قال : فلم يردّ عليه شيئا ، فأوحى الله إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية : ﴿ نِسَاؤُكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ ، يقول : أقبل وأدبر ، واتقِ الدبر والحیضة .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ، میں ہلاک ہو گیا ، آپ ﷺ نے فرمایا ، کس چیز نے آپ کو ہلاک کر دیا؟ عرض کیا میں نے آج رات اپنا کجاوہ الٹ دیا (اپنی بیوی کو الٹا کر اگلی شرمگاہ میں جماع کیا) ، آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا ، پھر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی طرف یہ آیت وحی کی : ﴿ نِسَاؤُكُمْ حَرْثُ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں ، تم اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو ، آؤ) ، یعنی آگے سے جماع کرو یا پیچھے سے ، ہاں دبر سے اور حیض سے بچو۔“ (مسند الامام احمد : ۱/۲۹۷ ، سنن الترمذی : ۲۹۸۰ ، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ ، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۰۲) اور امام الضیاء المقدسی (المختارۃ : ۱۰/۱۰۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۸/۱۹۱) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

اس کے راوی یعقوب بن عبداللہ القمی اور جعفر بن ابی الغیرہ دونوں جمہور کے نزدیک ”ثقة“ ہیں۔ ان شاء اللہ!

**فائدہ :** حافظ ابن اثیر رحمہ اللہ (۵۵۵-۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

کنی برحله عن زوجته ، أراد به غشيانها في قبلها من جهة ظهرها ، لأنّ الجامع يعلو المرأة ويركبها ممّا يلي وجهها ، فحيث ركبها من جهة ظهرها



کئی علیہ . ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کجاوے سے مراد اپنی زوجہ لی ہے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے اپنی بیوی سے اگلی شرمگاہ میں جماع کیا ہے، لیکن پشت کی جانب سے، کیونکہ مرد جماع کی حالت میں عورت کے اوپر ہوتا ہے اور چہرے کی جانب سے اس پر سوار ہوتا ہے، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پشت کی جانب سے سوار ہوئے تو اس طرح کنایہ کیا۔“

(النهاية لابن الاثير: ۲۰/۲۹)

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ :

نافع بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمان باری تعالیٰ: ﴿نَسْأُكُم حَرْثَ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، تم اپنی کھیتی کو جس طرح چاہو، آؤ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: نزلت فی اتیان النساء فی أدبارھن . ”یہ آیت کریمہ عورتوں سے کچھلی جانب سے جماع کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔“ (تفسیر الطبری: ۴/۳۹۸، وسندہ صحیح)

نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت بھی ہے: کان لا یروی بأساً أن یأتی الرجل امرأته فی دبرھا . ”آپ رضی اللہ عنہما عورت کی پشت کی طرف سے جماع کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔“

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰/۸۹، وسندہ حسن)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان منقول روایات سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ آپ رضی اللہ عنہما عورت کی دبر میں جماع کرنے کو جائز قرار دیتے تھے، بلکہ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے سے آگے والی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ سعید بن لیہار بن ابی الحباب کہتے ہیں: قلت لابن عمر : إنا نشترى الجوارى ، فحمص لهنّ ، قال : وما التحميص ؟ قال : نأتيهنّ فی أدبارھنّ ، قال : أو أو یعمل هذا مسلم ؟ ”میں سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے کہا کہ ہم لونڈیاں خریدتے ہیں اور ان سے تحمض کرتے ہیں، آپ نے پوچھا، تحمض کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ ہم ان کی دبر میں جماع کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟“ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۷۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶/۱۵، وسندہ صحیح)

اب اس کے متعلق علمائے کرام کی تحقیق ملاحظہ ہو:

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: ومن هاهنا نشأ الغلط على من نقل عنه الإباحة من السلف والأئمة، فإنهم أباحوا أن يكون الدبر طريقاً إلى الوطء في الفرج، فيطأ من الدبر لافي الدبر، فاشتبه على السامع، ”من“ ب ”فی“، ولم يفطن بينهما فرقا، فهذا الذي أباحه السلف والأئمة، فغلط عليهم الغالط أقبح الغلط وأفحشه. ”اسی سے اس شخص کو غلطی لگی ہے، جس نے سلف اور ائمہ سے اس فعل کی اباحت بیان کی ہے۔ انہوں نے اس چیز کو جائز قرار دیا ہے کہ پچھلا حصہ اگلے حصے میں جماع کا راستہ بنے، چنانچہ مرد پچھلے حصے سے جماع کرے گا، نہ کہ پچھلے حصے میں۔ سننے والے کو ’سے‘ کا لفظ ’میں‘ کے ساتھ مشتبہ ہو گیا، وہ دونوں کے درمیان فرق نہیں سمجھ سکا۔ سلف اور ائمہ دین نے اس چیز کو جائز قرار دیا ہے، لیکن غلط بیانی کرنے والے نے ان پر قبیح ترین اور فحش ترین غلط بیانی کی ہے۔“ (زاد المعاد لابن القیم: ۲۶/۴)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وهذا محمول على ما تقدم، وهو أنه يأتيها في قبلها من دبرها لما رواه النسائي. ”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایات اس بات پر محمول ہیں کہ مرد اپنی بیوی کی پچھلی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کر سکتا ہے، جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ان سے روایت بیان کی ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر: ۵۲۶/۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: وقد جاءت رواية

آخری عنہ بتحریم ادبار النساء ، وما جاء عنه بالرخصة ، فلو صح لما كان صريحا ، بل يحتمل أنه أراد بدبرها من ورائها في القبل ، وقد أوضحنا المسألة في مصنف مفيد ، لا يطالعه عالم إلا ويقطع بتحریم ذلك .

”سیدنا ابن عمرؓ سے ایک دوسری روایت بھی آئی ہے کہ عورتوں کی پشتوں میں جماع کرنا حرام ہے۔ اور جو رخصت کے بارے میں روایات آئی ہیں، وہ اگر صحیح بھی ہوں تو صریح نہیں۔ بلکہ احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ پچھلی جانب سے اگلی شرمگاہ میں جماع کرنا جائز ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو ایک مفید کتاب میں واضح کر دیا ہے۔ کوئی عالم اگر اس کا مطالعہ کرے گا تو ضرور اس کی حرمت کا فیصلہ کرے گا۔“ (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۰۰/۵)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۱-۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: وهو الثابت بلا شك

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه أنه يحرمه . ”سیدنا ابن عمرؓ سے بلا شك وشبه یہ بات ثابت ہے کہ وہ اس کام کو حرام قرار دیتے تھے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۵۳۳/۱)

نیز فرماتے ہیں: ونص صريح منه بتحریم ذلك ، فكل ما ورد عنه

مما يحتمل فهو مردود إلى هذا المحكم . ”سیدنا ابن عمرؓ سے اس کام کی حرمت کے بارے میں صریح نص موجود ہے، لہذا جو کچھ اس بارے میں احتمالی ہے، اس کو اسی محکم کی روشنی میں سمجھیں گے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۵۳۳/۱)

**الحاصل:** عورت سے دبر میں دلی کرنا قرآن وحدیث، اجماع امت

اور فہم سلف کی روشنی میں حرام ہے۔ علماء کے دعویٰ اجماع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قبیح فعل کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔ عمومی دلائل سے اس کا جواز پیش کرنا اجماع امت کی خلاف ورزی ہے۔



## نمازِ تسبیح کا ثبوت

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اللہ رب العزت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو نوافل کے ذریعہ سے اپنا قرب بخشا، نیز ان کو مغفرت و معافی کے اسباب عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نمازِ تسبیح ہے۔ یہ بڑی فضیلت والی نماز ہے، روزانہ پڑھیں، ہفتہ میں یا مہینہ میں یا سال کے بعد یا زندگی میں ایک بار پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت و برکت سے جھولی بھر لیں۔ اس نماز کا ثبوت اور طریقہ ملاحظہ ہو۔

قال الإمام أبو داود: حدثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النيسابوري، حدثنا موسى بن عبد العزيز، حدثنا الحكم بن أبان عن عكرمة عن ابن عباس: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للعباس بن عبد المطلب: يا عباس! يا عمّاه! ألا أعطيك؟ ألا أمنحك؟ ألا أحبوک؟ ألا أفعل بک عشر خصال؟ إذا أنت فعلت ذلك غفر الله لك ذنبك أوله وآخره، قديمه وحديثه، خطاه وعمده، صغيره وكبيره، سرّه وعلائيته، عشر خصال؛ أن تصلي أربع ركعات، تقرأ في كلّ ركعة فاتحة الكتاب وسورة، فإذا فرغت من القراءة في أول ركعة وأنت قائم، قلت سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر خمس عشرة مرة، ثم ترکع، فتقولها وأنت راكع عشرا، ثم ترفع رأسك من الركوع، فتقولها عشرا، ثم تهوى ساجدا، فتقولها وأنت ساجد عشرا، ثم ترفع رأسك من السجود، فتقولها عشرا، ثم تسجد فتقولها عشرا، ثم ترفع رأسك فتقولها عشرا، فذلك خمس وسبعون في كلّ ركعة، تفعل ذلك

فی أربع رکعات ، إن استطعت أن تصلّيها فی کلّ یوم مرّة ، فافعل ، فإن لم تفعل ، ففی کلّ جمعة مرّة ، فإن لم تفعل ففی کلّ شهر مرّة ، فإن لم تفعل ففی کلّ سنة مرّة ، فإن لم تفعل ففی عمرک مرّة .

”سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا، اے عباس، اے میرے چچا! کیا میں آپ کو تحفہ نہ دوں، کیا میں آپ کو گراں مایہ چیز مفت میں عطا نہ کر دوں، کیا میں آپ کے لیے دس خصلتیں بیان نہ کر دوں کہ جب آپ ان کو کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اول و آخر، قدیم و جدید، غلطی سے سرزد ہونے والے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے، صغیر و کبیرہ، مخفی و ظاہری تمام گناہ معاف کر دے؟ وہ دس خصلتیں یہ ہیں کہ آپ چار رکعات ادا کریں۔ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور ایک سورت پڑھیں، پھر پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر قیام کی حالت میں ہی پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھیں: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ (اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اس کے سوا کوئی الہ نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے)، پھر آپ رکوع کریں اور (رکوع کی تسبیحات کے بعد) رکوع کی حالت میں دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ رکوع سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ سجدے کے جھک جائیں اور سجدے کی حالت میں (تسبیحات کے بعد) دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ سجدے سے اپنا سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ دوسرا سجدہ کریں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، پھر آپ سجدے سے سر اٹھائیں اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں۔ یہ ہر رکعت میں کل چھتر تسبیحات ہو جائیں گی۔ چاروں رکعتوں میں اسی طرح کریں۔ اگر آپ روزانہ یہ نماز پڑھ سکتے ہیں تو روزانہ پڑھیں، ورنہ ہر ہفتے، ورنہ ہر مہینے ایک مرتبہ پڑھ لیں۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو زندگی میں ایک مرتبہ یہ نماز پڑھ لیں۔“ (سنن ابی داؤد: ۱۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۷، صحیح ابن خزيمة: ۱۲۱۶، المعجم

الکبیر للطبرانی: ۱۱۶۲۲، المستدرک للحاکم: ۳۱۸/۱، وسندہ حسن)

ابو حامد احمد بن محمد بن الحسن الشری الحافظ کہتے ہیں کہ میں نے امام مسلم رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لا یروی فی هذا الحدیث إسناده أحسن من هذا .

”اس حدیث کی اس سے بڑھ کر بہتر سند کوئی نہیں بیان کی گئی۔“

(الارشاد فی معرفة علماء الحدیث للخلیلی: ۳۲۶، وسندہ صحیح)

ابن شاہین رحمہ اللہ (۲۹۷-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد سے سنا:

”أصحّ حدیثاً فی التسبیح حدیث العباس . نماز تسبیح کے بارے میں

سب سے صحیح حدیث، سیدنا عباس کی حدیث ہے۔“ (الثقات لابن شاہین: ۱۳۵۶)

حافظ منذری رحمہ اللہ (۵۸۱-۶۵۶ھ) لکھتے ہیں: صحیح حدیث عکرمۃ

عن ابن عباس هذا جماعة، منهم: الحافظ أبو بكر الآجری، وشيخنا أبو محمد عبد الرحيم المصري، وشيخنا الحافظ أبو الحسن المقدسي .

”اس حدیث کو ائمہ کرام کی ایک جماعت نے صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے حافظ

ابوبکر الآجری ہیں اور ہمارے شیخ ابو محمد عبد الرحيم المصري ہیں اور ہمارے شیخ حافظ ابو الحسن المقدسي

ہیں۔“ (الترغيب والترهيب للمندري: ۱/۴۶۸)

حافظ علائی رحمہ اللہ (۶۹۴-۷۷۱ھ) لکھتے ہیں: حدیث حسن صحیح،

رواه أبو داؤد وابن ماجه بسند جيد إلى ابن عباس .

”یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس کو امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جید

سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔“ (النقد الصحيح: ص ۳۰)

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (۷۲۳-۸۰۴ھ) فرماتے ہیں: وهذا الإسناد جيد .

”یہ سند جید ہے۔“ (البدر المنير لابن الملقن: ۴/۲۳۵)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: وهذا إسناده حسن .

”یہ سند حسن ہے۔“ (الآلآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة: ۲/۳۵)

اس حدیث کے متعلق حافظ نووی (۶۳۱-۶۷۶ھ) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) کی کلام متناقض ہے۔ بعض اہل علم کا اس حدیث کی صحت کا انکار کرنا بے معنی ہے۔ علمائے کرام نے اس نماز کے ثبوت و فضیلت پر ایک درجن سے زائد تصانیف کی ہیں۔ اس حدیث کے راویوں کے متعلق محدثین کی شہادتیں ملاحظہ ہوں:

① عبد الرحمن بن بشر بن الحكم النيسابوري: يثقة ہیں۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ۳۸۱)

② موسیٰ بن عبد العزیز العدنی: جمہور محدثین کے نزدیک ”حسن

الحدیث“ ہیں۔ ان کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لا أرى به بأساً . “میں اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتا۔“

(العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل: ۳۹۱۹، الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۱۵۱/۸)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات: ۱۵۹/۹) اور امام ابن شاپین رحمہ اللہ (الثقات: ۱۳۵۶) نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (۱۲۶-۲۱۱ھ) سے ان کے بارے میں پوچھا تو:

فأحسن الشاء عليه . ”آپ نے اس کی تعریف کی۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۱۹/۸، وسندہ صحیح)

رہا امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا اسے ”ضعیف“ کہنا (تہذیب التہذیب لابن حجر: ۳۱۸/۱۰)

تو یہ ثابت نہیں ہو سکا۔ ثابت ہونے کی صورت میں جمہور کی توثیق کے مقابلہ میں ناقابل التفات ہے۔ الحافظ السلیمانی کا ان کو ”مکر الحدیث“ کہنا بھی مردود ہے۔

اولاً یہ جمہور کے خلاف ہے۔ ثانیاً حافظ سلیمانی، ثقہ راویوں کے بارے میں اس طرح

کی سخت کلام کرتے رہتے ہیں۔ خود حافظ سلیمانی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رأيت للسليمانی کتاباً ، فيه حظّ علی کبار ، فلا يسمع منه ما شدّ فيه .

”میں نے حافظ سلیمانی کی ایک کتاب دیکھی ہے، جس میں بڑے بڑے علماء پر کلام کی گئی ہے۔ ان کی وہ بات نہیں سنی جائے گی، جس میں انہوں نے عام علماء سے شذوذ اختیار کیا ہے۔“

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۲۰۳/۱۷)

موسیٰ بن عبدالعزیز کی دوسری روایات کی علمائے کرام نے ”صحیح“ کر رکھی ہے۔ یہ ان کی توثیق ہے۔

③ الحکم بن ابان العدنی: اس راوی کی کبار محدثین نے توثیق کر رکھی ہے، سوائے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے۔ امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کا إدم بہ (اس کو پھینک دو) کہنا ثابت نہیں، کیونکہ امام عقیلی رحمہ اللہ کے استاذ عبداللہ بن محمد بن سعدویہ کی توثیق نہیں مل سکی۔ اگر بالفرض یہ ثابت ہو بھی جائے تو جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلہ میں مردود ہے۔

④ عکرمہ مولیٰ ابن عباس: عکرمہ، جمہور کے نزدیک ”ثقہ“ ہیں۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴-۴۵۸ھ) لکھتے ہیں: وعکرمہ عند أكثر الأئمة من الثقات الأثبات. ”عکرمہ اکثر ائمہ کے نزدیک ثقہ ثابت راویوں میں سے ہیں۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۲۳۴/۸)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۷۲۲-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: والجمهور وثقوه، واحتجوا به. ”جمہور نے ان کی توثیق کی ہے اور ان سے حجت لی ہے۔“

(عمدة القاری للعینی: ۸/۱)

**خلاصة الكلام:** صلاة التَّسْبِيح کے بارے میں حدیث ابن عباس کی

سند بلا شک و شبہ ”حسن“ ہے۔ ان شاء اللہ!

**تنبيه بليغ:** صلاة التَّسْبِيح کے بارے میں سنن ابی داؤد (۱۲۹۹) میں

ایک انصاری صحابی سے بھی حدیث آتی ہے، جس کی سند بالکل ”صحیح“ ہے، لہذا نماز تَسْبِيح کے



ثبوت میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

## فائدہ نمبر ① :

شیخ الاسلام، الامام، المجاہد، عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ

نماز تسبیح کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں: یَکْبُرُ ، ثُمَّ يَقُولُ : سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

وَبِحَمْدِكَ ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ ، وَتَعَالَى جَدُّكَ ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ، ثُمَّ يَقُولُ

خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً : سُبْحَانَ اللَّهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ ، ثُمَّ

يَتَعَوَّذُ ، وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، وَفَاتِحَةَ الْكِتَابِ ، وَسُورَةَ ، ثُمَّ يَقُولُ

عَشْرَ مَرَّاتٍ : سُبْحَانَ اللَّهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ ، ثُمَّ يَرُكِعُ

، فَيَقُولُهَا عَشْرًا ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا ، ثُمَّ يَسْجُدُ ،

فَيَقُولُهَا عَشْرًا ، ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ ، فَيَقُولُهَا عَشْرًا ، يَصَلِّي أَرْبَعَ رُكْعَاتٍ عَلَى هَذَا

، فَذَلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ تَسْبِيحَةً فِي كُلِّ رُكْعَةٍ ، يَبْدَأُ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ بِخَمْسِ

عَشْرِ تَسْبِيحَةٍ ، ثُمَّ يَقْرَأُ ، ثُمَّ يَسْبِّحُ عَشْرًا ، فَإِنْ صَلَّى لَيْلًا ، فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَسْلَمَ

فِي الرُّكْعَتَيْنِ ، وَإِنْ صَلَّى نَهَارًا ، فَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ ، وَإِنْ شَاءَ لَمْ يَسْلَمَ .

”نمازی تکبیر کہے، پھر سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھے، پندرہ مرتبہ یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ اللَّهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ (اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام

تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اس کے سوا کوئی الہ نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے)، پھر تعوذ و بسم اللہ

پڑھ کر سورۃ الفاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھ لے، پھر دس مرتبہ یہی دعا پڑھے، پھر رکوع کرے اور

دس مرتبہ یہ دعا پڑھے، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھے، پھر سجدہ کرے اور دس

مرتبہ یہ دعا پڑھے، پھر دوسرا سجدہ کرے اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھے، اسی طرح چار رکعتیں ادا

کر لے۔ یہ ہر رکعت میں کل پچھتر تسبیحات ہو جائیں گی، ہر رکعت کو پندرہ دفعہ تسبیح کے ساتھ

شروع کرے گا، پھر قرائت کرے گا، پھر دس دفعہ تسبیح پڑھے گا، اگر رات کو نماز تسبیح ادا کرے

تو زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے اور اگر دن کو پڑھے تو سلام پھیرے یا نہ پھیرے، درست ہے۔“

(سنن الترمذی، تحت حدیث: ۴۸۱، المستدرک للحاکم: ۱/۳۲۰، وسندہ صحیح)

## فائدہ نمبر ②: علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں:

اعلم أنَّ أكثر أصحابنا الحنفيّة وكثير من المشايخ الصوفيّة، قد ذكروا في كيفة صلاة التسيح الكيفية التي حكاها الترمذی والحاكم عن عبد الله ابن المبارك الخالية عن جلسة الاستراحة، والمشملة على التسيحات قبل القراءة وبعد القراءة، وذلك لعدم قولهم بجلسة الاستراحة في غيرها من الصلوات الراتبة، والشافعية والمحدثون أكثرهم اختاروا الكيفية المشملة على جلسة الاستراحة، وقد علم ممّا أسلفنا أنَّ الأصحّ ثبوتاً، هو هذه الكيفية، فليأخذ بها من يصلّيها حنفياً كان أو شافعيّاً.

”جان لیں کہ ہمارے اکثر حنفی اصحاب اور بہت سے صوفی مشائخ نے نمازِ تسیح کے طریقے میں اس طریقے کو ذکر کیا ہے، جسے امام ترمذی اور امام حاکم نے امام عبد اللہ بن المبارک سے نقل کیا ہے۔ یہ طریقہ جلسہ استراحت سے خالی ہے اور قرأت سے پہلے اور بعد تسیحات پر مشتمل ہے۔ اکثر احناف نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ وہ عام نمازوں میں جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں، جبکہ شوافع اور اکثر محدثین نے نمازِ تسیح کے اس طریقے کو پسند کیا ہے، جس میں جلسہ استراحت موجود ہے۔ ہماری گزشتہ بحث سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ زیادہ صحیح ثابت یہی (جلسہ استراحت والا) طریقہ ہے۔ نمازِ تسیح پڑھنے والا خواہ حنفی ہو یا شافعی اسے یہی (جلسہ استراحت والا) طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔“ (الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة لعبد الحی: ۱۴)

## فائدہ نمبر ③: امام عبد العزیز بن ابی رزمہ کہتے ہیں کہ امام عبد اللہ

ابن المبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: يبدأ في الركوع ، سبحان ربّي العظيم ، وفي

السجود ، سبحان ربّي الأعلى ثلاثا ، ثم يسبح التسبيحات .

”نمازِ تسبیح پڑھنے والا رکوع میں پہلے تین دفعہ سبحان ربی العظیم پڑھے گا اور سجدے میں پہلے تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے گا، پھر نمازِ تسبیح کی تسبیحات پڑھے گا۔“ (سنن الترمذی ، تحت حدیث : ۴۸۱ ، وسندہ صحیح)

**فائدہ نمبر ۴ :** نیز فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن

المبارک رحمہ اللہ سے کہا کہ نمازی بھول گیا تو کیا سجدہ سہو میں بھی دس مرتبہ تسبیحات پڑھے گا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: لا ، إنما هي ثلاثمائة تسبيحة .

”نہیں، یہ صرف (چار رکعات میں) تین سو تسبیحات ہیں۔“ (ایضا ، وسندہ صحیح)

**تنبیہ :** نمازِ تسبیح کی جماعت کروانا بدعت ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے

اس کی جماعت ثابت نہیں ہے۔ جن نوافل کی جماعت سنت سے ثابت ہے، انہی کو باجماعت ادا کرنا مشروع ہے، ورنہ تو سننِ رواتب کی بھی جماعت جائز ہونی چاہیے، حالانکہ آج تک کسی مسلمان نے ایسا نہیں کیا۔



## ایک قیمتی گھڑی

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

”رات میں ایک ایسی گھڑی ہے، جسے کوئی مسلمان شخص جب بھی دنیا یا آخرت کی بھلائی کا سوال کرتے ہوئے پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور عطا کر دیتا ہے اور یہ ہر رات میں

ہے۔“ (صحیح مسلم : ۷۵۷)



## عورت کی امامت کا مسئلہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

عورت عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے، جیسا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى الشَّهِيدَةِ، فَنُزِرْهَا، وَأَمْرُ أَنْ يُؤَدَّنَ لَهَا، وَتَقَامَ، وَتَوْفُّمٌ أَهْلُ دَارِهَا فِي الْفَرَائِضِ.“

”رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے، تم ہمارے ساتھ شہیدہ کی طرف چلو، ہم اس کی زیارت کریں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے لیے اذان کہی جائے، اقامت کہی جائے اور وہ فرض نمازوں میں اپنے گھروالوں کی امامت کریں۔“

(مسند الامام احمد: ۶/۴۰۵، سنن ابی داؤد: ۱/۸۷، ح: ۵۹۲، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزمیہ رحمہ اللہ (۱۶۷۶) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۳۳) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ کسی امام کا کسی راوی کی منفرد روایت کی تصحیح کرنا، اس کی توثیق ہوتی ہے۔ اس کا راوی الولید بن عبد اللہ جمیع الزہری جمہور محدثین کے نزدیک ”ثقة“ ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے۔

حافظ ابن القطان رحمہ اللہ کا اس کے متعلق لایعرف حالہ کہنا صحیح نہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے البحر وحین (۳/۷۸-۷۹) میں ذکر کرنا، پھر اسے الثقات (۵/۴۹۲) میں بھی ذکر کرنا تعجب خیز ہے!

گھروالوں سے مراد گھر کی عورتیں ہیں، جیسا کہ امام الائمہ ابن خزمیہ رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

باب إمامة المرأة النساء في الفريضة .

”فرض نمازوں

میں عورت کا عورتوں کی جماعت کرانے کا بیان۔“



امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے بھی ایسے ہی باب قائم کیا ہے۔ (الاولیٰ لابن المنذر :)

## دلیل نمبر ② : حجرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں :

أَمَّتْنَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي الْعَصْرِ ، فَقَامَتْ بَيْنَنَا .

”نماز عصر میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری امامت کی ، وہ ہمارے درمیان میں کھڑی

ہوئیں۔“ (المطالب العالیۃ لابن حجر : ۴۲۷، وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام اسحاق بن راہویہ اور حافظ ابن حزم وغیرہم رحمہم اللہ عورت

کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

جناب عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں :

ولا يخفى ضعفه ، بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهية ، كما حققناه

فی تحفة النبلاء ، ألفناها فی مسألة جماعة النساء ، وذكرنا هناك أن الحق

عدم الكراهة ، كيف لا ؟ وقد أمّت بهنّ أمّ سلمة .....

”یہ وجہ کہ عورت صف کے درمیان کھڑی ہو کر ممنوع کا ارتکاب کرے گی ، اس کا ضعف مخفی

نہیں ، بلکہ ان تمام کی تمام وجوہ کا ضعیف ہونا مخفی نہیں ، جو عورت کی امامت کے مکروہ ہونے کے

حوالے سے بیان کی جاتی ہیں ، جیسا کہ ہم نے تحت النبلاء میں اس کی تحقیق بیان کر دی ہے۔ ہم

نے یہ رسالہ عورتوں کی جماعت کے مسئلہ کے بارے میں لکھا ہے۔ ہم نے اس میں ذکر کیا ہے کہ

حق یہ ہے کہ عورت کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ عورت کی امامت کیسے مکروہ ہو سکتی ہے؟ جبکہ سیدہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی ہے۔۔۔“

(عمدة الرعاية فی شرح الوقاية از لکھنوی : ۱۵۲/۱)

**الحاصل :** عورت ، عورتوں کی امام بن سکتی ہے ، یہی حق ہے۔ کراہت کے

قائلین کا قول بے دلیل ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات ہے۔